بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

متفرق مضامین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جماعت المسلمین کی دعوت

ہمارا حکم	صرف ایک	یعنی : اللہ تبارک وتعالےٰ	..	اللہ کے سوا کوئی نہیں
ہمارا امام	صرف ایک	یعنی : محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	..	فرقہ وارانہ امام نہیں
ہمارا دین	صرف ایک	یعنی : اللہ کا پسند کردہ دین اسلام	..	فرقہ وارانہ مذہب نہیں
ہمارا نام	صرف ایک	یعنی : اللہ کا رکھا ہوا نام مسلمین	..	فرقہ وارانہ نام نہیں
بنیادِ محبت	صرف ایک	یعنی : اللہ تعالےٰ سے تعلق	..	دنیوی تعلقات نہیں
وجہِ اتفاق	صرف ایک	یعنی : ایمان باللہ العظیم	..	وطن اور زبان نہیں

اگر آپ بھی اس دعوت سے متفق ہیں تو ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں۔ تعارفی لٹریچر مفت طلب فرمائیں۔

جماعت المسلمین

(فون 6677870) مسجد المسلمین۔ کوثر نیازی کالونی۔ ناظم آباد بلاک بی۔ کراچی ۳۳

جماعت المسلمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جُمعہ کا خطبہ اور فرقوں کا طرزِ عمل

سلسلہ اشاعت ۴۶

خطبہ کا مقصد | خطبہ خطاب سے مشتق ہے۔ خطبہ میں حاضرین سے خطاب کیا جاتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ خطبہ اس زبان میں ہو جس زبان کو مخاطبین سمجھ سکیں۔ اگر مخاطبین خطبہ کو نہ سمجھ سکیں تو ظاہر ہے کہ خطاب کا مقصد حاصل نہیں ہو گا۔

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَتَانِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَيُذَكِّرُ النَّاسَ (صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب ذکر الخطبتین قبل الصلوٰۃ جزء اول ص۲۸۳)	نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبہ دیا کرتے تھے۔ ان دونوں کے درمیان آپ بیٹھتے تھے (اور ان خطبوں میں) آپ قرآن پڑھتے تھے اور لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خطبے نصیحت کے لئے ہیں اور نصیحت سمجھنے کے لئے ہوتی ہے لہٰذا خطبہ سامعین کی زبان میں ہونا ضروری ہے بعض لوگوں نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے تیسرا خطبہ ایجاد کر لیا جو مسنون خطبوں سے پہلے حاضرین کی زبان میں دیا جاتا ہے۔ یہ تیسرا خطبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں لہٰذا خطیب حضرات کا تیسرا خطبہ دینا بدعت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامعین کی زبان میں خطبہ دیا کرتے تھے یعنی سامعین کی زبان میں خطبہ دینا سنت ہے۔ جو لوگ سامعین کی زبان میں خطبہ نہیں دیتے وہ سنت کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور خطبہ کے مقصد کو معدوم کرتے ہیں۔

خطبہ کا طویل ہونا خلاف سنت ہے

طویل خطبہ دینا بھی سنت کی خلاف ورزی ہے۔

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں :-

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُطِيْلُ الْمَوْعِظَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِنَّمَا هُنَّ كَلِمَاتٌ يَسِيْرَاتٌ (رواہ ابوداؤد فی کتاب الجمعۃ باب اقصار الخطب ۱/۱۶۵ - رجالہ ثقات۔ سکت عنہ ابوداؤد والمنذری۔ عون المعبود۔ سندہ صحیح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نصیحت کو لمبا نہیں کرتے تھے۔ آپ کے ارشادات (چند) ہلکے پھلکے جملے ہوا کرتے تھے۔

حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں :-

اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِقْصَارِ الْخُطَبِ (رواہ ابوداؤد فی کتاب الجمعۃ باب اقصار الخطب ۱/۱۶۵ ۔ سندہ حسن)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبوں کے چھوٹا کرنے کا حکم دیا ہے۔

چھوٹا خطبہ دینا ضروری ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اِنَّ طُوْلَ صَلَاةِ الرَّجُلِ وَقِصَرَ خُطْبَتِهٖ مَئِنَّةٌ مِّنْ فِقْهِهٖ

آدمی کا نماز کو طول دینا اور خطبہ کو مختصر کرنا اس کی دانائی کی علامت ہے لہذا

فَاَطِيْلُوا الصَّلَاةَ وَاقْصُرُوا الْخُطْبَةَ وَاِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا (صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ جزء اول ص ۲۸۴)

نماز لمبی پڑھا کرو اور خطبہ مختصر دیا کرو اور بے شک بعض بیان جادو ہوتا ہے۔

اسلام کا نظام عدل | حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں :۔

كُنْتُ اُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَوَاتِ فَكَانَتْ صَلَاتُهٗ قَصْدًا وَّ خُطْبَتُهٗ قَصْدًا (صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ جزء اول ص ۲۸۴)

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازیں پڑھا کرتا تھا۔ آپ کی نماز بھی درمیانہ ہوتی تھی اور خطبہ بھی درمیانہ ہوتا تھا۔

خلاصہ | مندرجہ بالا احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ خطبہ مختصر ہونا چاہیے لیکن اتنا مختصر بھی نہ ہو کہ اعتدال باقی نہ رہے۔ دونوں خطبوں میں قرآن مجید پڑھا جائے اور نصیحت کی جائے۔ یہ صحیح نہیں کہ پہلے خطبہ میں نصیحت کی جائے اور دوسرے خطبہ میں صرف دعائیں پڑھی جائیں۔

دونوں خطبوں کا متوسط ہونا ضروری ہے۔ یہ صحیح نہیں کہ پہلا خطبہ ایک گھنٹہ کا ہو اور دوسرا خطبہ پانچ منٹ کا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ | زوائد مسند امام احمد میں ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں سورۃ توبہ کی تلاوت کی (بلوغ ۹۹/۶) لہذا ثابت ہوا کہ لمبا خطبہ دینا جائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسی سند سے اور اسی سیاق وسباق کے ساتھ یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے لیکن

اس میں سورۂ ملک کی تلاوت کا ذکر ہے (ابن ماجہ ۱/۳۴۴۳ وسندہ صحیح) مسند امام احمد میں اسی حدیث کی دوسری سند میں صرف ایک آیت پڑھنے کا ذکر ہے (بلوغ ۶/۱۰۰) الغرض کسی سند میں سورۂ توبہ کا ذکر ہے، کسی میں سورۂ ملک کا اور کسی میں صرف ایک آیت پڑھنے کا ذکر ہے لہذا سورۂ توبہ کا پڑھنا یقینی نہیں۔ غیر یقینی چیز سے مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔

ہر جمعہ کو خطبہ میں سورۂ قٓ کا پڑھنا ثابت ہے (صحیح مسلم) لیکن اس کو پڑھنے میں پانچ یا چھ منٹ سے زیادہ صرف نہیں ہوتے لہذا یہ بھی خطبہ لمبا کرنے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔

اتحاد

پاکستان کی بنیاد لآ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ پر رکھی گئی تھی لیکن اس بنیاد پر اسلام کی تعمیر ایک طویل عرصہ گذر جانے کے باوجود ابھی تک نہیں ہوئی۔ جس اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ اس کے مطالبہ کے وقت کیا گیا تھا وہ ختم ہوگیا۔ لوگ مذہبی جھگڑوں میں الجھ کر رہ گئے۔ ہر گروہ اپنے مسلک کی ترقی، اشاعت و تبلیغ میں تو مصروف رہا لیکن کسی نے بھی اسلام کی طرف توجہ نہیں دی۔ دشمنانِ اسلام نے ان حالات سے فائدہ اٹھایا، نتیجۃً ہماری معیشت، معاشرت، زراعت، صنعت و حرفت اور تعلیم غرض کہ زندگی کا ہر شعبہ غیر اسلامی افکار و نظریات کے سانچوں میں ڈھلتا رہا اور اس مدت میں جو عمارت تعمیر ہوئی وہ عوام الناس کے لئے قیام و رہائش تو کجا ایک اچھی پناہ گاہ بھی ثابت نہیں ہوئی۔ اگرچہ لا الٰہ الا اللہ

کی بنیاد ابھی باقی ہے لیکن ایک گروہ اس پر مارکس، لینن اور ماؤزے تنگ کی پُر فریب عمارت تعمیر کرنا چاہتا ہے، دوسری جانب شیدائیانِ اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکمل، حسین و جمیل قصر کی تعمیر کے خواہاں ہیں۔ کمیونزم کے حامی متحد ہیں اور تعداد میں کم ہونے کے باوجود اپنے اتحاد کی وجہ سے غالب نظر آتے ہیں۔ اسلام کے حامی ان کا مقابلہ کرنے کے بجائے اپنے اپنے فرقہ کے مسلک کے مورچوں میں مقید ہو کر آپس میں ایک دوسرے پر گولہ باری کر رہے ہیں۔ کمیونزم کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے۔ اگر آپ واقعی کمیونزم کے آہنی بھوت سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں تو ان مورچوں کو توڑنا ہوگا، اتفاق و اتحاد کی ایک آہنی فصیل بنانی ہوگی اور پھر متفقہ طور پر کمیونزم کے قلعہ پر گولہ باری کرنی ہوگی۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر ہمارا طرزِ عمل گویا مخالفین کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے مترادف ہوگا اور اسلام کی تباہی کے ذمہ دار ہم ہوں گے۔

اگر ہم واقعی خلوص نیت سے یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کا بول بالا ہو تو ہم کو اپنے اختلافات ختم کرنے ہوں گے، فرقہ واریت کو چھوڑنا ہوگا۔ مختلف مذاہب و مسالک کی پگڈنڈیوں کو چھوڑ کر شاہراہ مستقیم پر آنا ہوگا۔ اگر اس نازک مرحلہ پر بھی ہم ایک نہ ہوئے اور اپنے اختلافات اور فرقہ وارانہ مذاہب کو ختم نہ کیا تو اندیشہ ہے کہ ہمارا وجود ہی صفحۂ ہستی سے مٹ جائے۔ پھر نہ ہم ہوں گے اور نہ ہمارے فرقہ وارانہ مورچے ہوں گے۔

اس وقت سب سے زیادہ ذمہ داری علماء کی ہے۔ انہیں چاہیئے کہ اختلاف و افتراق کا سلسلہ جو عرصۂ دراز سے چلا آرہا ہے اس کو ختم کر کے متحد و متفق ہو جائیں۔

ہمیں یقین ہے کہ اگر علماء چاہیں تو انشاء اللہ پھر قرون اولیٰ کی جھلک دکھائی دے سکتی ہے۔ پھر زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کی بہار آسکتی ہے۔ امن وسکون، عدل وانصاف قائم ہوسکتا ہے۔ مزدور، سرمایہ دار کا تنازعہ ختم ہوسکتا ہے۔ زمیندار، جاگیر دار اور کسان کے معاملات پر سدھر سکتے ہیں۔

علماء سے گذارش ہے کہ وہ اس مسئلہ پر خلوص کے ساتھ غور کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق قرآن وحدیث پر جمع ہوجائیں اور جماعت المسلمین سے چمٹ جائیں اور اس اسلام کو قائم کریں جو فرقوں کے بننے سے پہلے موجود تھا۔ یہی ایک صورت ہے جس سے ہمارے اختلافات، ہمارے فرقے، ہمارے مذاہب ومسالک ختم ہوسکتے ہیں اور ہم ملت واحدہ بن سکتے ہیں۔ پھر ہماری قوت بے پناہ بڑھ جائیگی اور ہم انشاء اللہ اپنے دشمن پر غالب آجائیں گے۔

ہماری اولاد

کیا ہم نے کبھی غور کیا کہ ہماری اولاد کہاں جا رہی ہے، اس کے عقائد کو غیر اسلامی ماحول کس طرح متاثر کر رہا ہے، کیسے کیسے فتنے اُسے دعوت دے رہے ہیں، کون کون سے باطل عقیدے اُس کے ذہن میں پرورش پا رہے ہیں اور اب وہ اسلام پر کیسے کیسے اعتراض کرنے لگی ہے. اگر اعتراض نہیں کرتی تو کم از کم احساسِ کمتری میں تو مبتلا ہے، اس کو اسلام کی ہر چیز پسماندہ اور فرو تر نظر آتی ہے اور اب وہ اسلام کو ایک قصۂ پارینہ سے زیادہ وقعت دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔

دیکھیے ہماری اولاد کے لباس کا کیا حال ہے۔ وہ تشبہ بالغیر اور نقالی میں فخر محسوس کرتی ہے۔ اسلامی تعلیمات سے قطعًا بے بہرہ ہے. اُسے اسلامی نظامِ حیات کی برتری کا علم نہیں۔

سوچیے کیا یہی ہماری اولاد ہے؟ کیا جو اعمال ہمارے ہیں وہی اعمال اس کے بھی ہیں؟ جس تہذیب کو ہم پسند کرتے ہیں کیا وہ بھی اسی تہذیب کو پسند کرتی ہے؟ اگر ہم دیندار ہیں تو کیا ہماری اولاد بھی دیندار ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے تو غور کیجیے کہ ہم کہاں تک اس صورتِ حال کے ذمہ دار ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شریعت، عقل اور اخلاق کے اصول اس سنگین صورتِ حال کا ذمہ دار بڑی حد تک ہمیں اور صرف ہمیں ٹھہراتے ہیں۔ یاد رکھیے ہم اللہ تعالےٰ کے فرمان: قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ

نَارًا (اپنی جانوں کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ سے بچاؤ) کی خلاف ورزی کے مرتکب ہیں۔ کیا ہمیں اس فرمان کی خلاف ورزی کے نتائج کا خوف ہے؟ اگر ہے تو یہ غفلت کیوں ہے؟ کیا ہمارا اسلام پر عمل کر لینا ہماری نجات کے لئے کافی ہے؟ کیا یہ اولاد میدان محشر میں ہماری رسوائی اور عذاب کا سبب نہیں بنے گی؟

کیا ہم نے کبھی اس صورت حال پر غور کیا؟ اگر غور نہیں کیا تو اب کرنا چاہیئے۔ اگر ہم اسلام پر عمل کرتے ہیں تو اپنی اولاد سے بھی اسلام پر عمل کرائیں۔ ایسے ماحول، ایسی صحبت اور ایسے مدارس سے اُسے بچائیں جو اس کے ایمان کو خراب کر دیں۔ مدارس کی ظاہری شان وشوکت سے دھوکا نہ کھائیں۔ مادّیت کی خاطر روحانیت کو برباد نہ کریں۔ یہ دنیا چند روزہ ہے۔ یہ مادّی نعمتیں ایک دن ختم ہو جائیں گی۔ اچانک موت کا فرشتہ ہماری روح قبض کر لے گا، پھر ایک دن ہم اللہ تعالےٰ کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ بتایئے اُس وقت جب ہماری رعیت کی بے راہ روی کے متعلق ہم سے سوال ہوگا تو ہم کیا جواب دیں گے؟

آیئے ہم سب عہد کریں کہ ہم اسلام کی روشنی میں اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت کا خاطر خواہ اہتمام کریں گے اور اس کو صحیح معنوں میں مسلم بنانے کی پوری کوشش کریں گے۔

ہماری خواتین

خواتین کے لیے عموماً مستورات کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ مستورات ستر سے مشتق ہے۔ ستر کے معنی "چھپانا" ہیں لہذا مستورات کے معنی ہوئے: "وہ ہستیاں جو چھپائی گئی ہوں"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اَلْمَرْأَۃُ عَوْرَۃٌ (رواہ الترمذی وسندہ صحیح۔ التعلیقات للالبانی علی المشکوٰۃ ۲/۹۳۴)۔

عورت عورت ہے (یعنی چھپانے کی چیز ہے)۔

عورت کو عورت اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ چھپائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی (الاحزاب۔ ۳۳)

اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور جس طرح (زمانۂ جاہلیت میں (عورتیں اپنے) محاسن اور بناؤ سنگھار کو ظاہر کرتی تھیں تم اس طرح اپنے محاسن اور زیب و زینت کو ظاہر نہ کرو۔

گھروں میں قرار پکڑنے کا حکم بھی "عورت چھپانے کی چیز ہے" کے تقاضہ کو پورا کرتا ہے اور اگر عورت کو ضرورتاً گھر سے نکلنا ہی پڑے تو حکم ہے کہ اپنی زینت کی چیزوں کو چھپا کر اور چہرہ پر نقاب ڈال کر نکلے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ عورتیں اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔
(النور۔ ۳۱)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ (الاحزاب۔ ۵۹)

اے نبی، اپنی بیویوں سے، اپنی بیٹیوں سے اور مؤمنین کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ (جب وہ باہر نکلیں) تو اپنے (چہروں) پر اپنی چادروں میں سے کچھ حصہ لٹکا لیا کریں۔

یہ ہیں گھر کے باہر پردہ کے اسلامی احکام۔ کیا ہماری خواتین ان احکام کی پابند ہیں۔ کیا ان کے لباس اور ان کی زینت کی چیزیں غیر محرموں کے سامنے ظاہر تو نہیں ہوتیں؟ کیا ان کا سینہ اور پشت دکھائی تو نہیں دیتی؟ کیا ان کے کپڑے اتنے چست یا مہین تو نہیں ہوتے کہ وہ اعضائے جسم اور ان کے نشیب و فراز کی غمازی کریں۔

کیا یہ سب کچھ نہیں ہو رہا؟ کیا خواتین کے طرز عمل سے قرآن مجید اور حدیث نبوی کی خلاف ورزی نہیں ہو رہی؟ کیا مرد اس خلاف ورزی میں ان کے شریک نہیں ہیں؟ کیا مردوں کی حوصلہ افزائی اور چشم پوشی ان کی بے پردگی کا سبب نہیں ہے؟ کیا یہ بے پردگی اور عریانیت جاہلیت ثانیہ نہیں ہے؟ کیا اس قسم کے مظاہرہ کو قرآن مجید نے جاہلیت اولیٰ کا نام نہیں دیا؟ غالباً ہم جاہلیت اولیٰ سے تو متنفر ہوں گے لیکن جاہلیت ثانیہ سے متنفر نہیں آخر کیوں؟ کیا خواتین کی یہ بے راہ روی ہم سکون سے برداشت نہیں کر رہے؟ کیا کبھی ہماری جبین پر شکن آتا ہے؟ نہیں آتا تو کیوں؟ کیا ایمان کا دامن ہم

نے چھوڑ دیا؟ کیا اسلام سے ہمارا کوئی تعلق باقی نہیں رہا؟ آہ! جن عورتوں کی کبھی گھر کے باہر کسی نے انگلی تک نہ دیکھی تھی آج وہ سر بازار نیم عریاں چلی جا رہی ہیں۔ اب مستورات کا پاکیزہ لقب ان کے لئے صحیح نہیں۔

اے اسلام کا دعویٰ کرنے والو، ہوش میں آیئے۔ کسی قوم کی تہذیب کا آخری قلعہ اس قوم کی خواتین ہوا کرتی ہیں۔ ہم نے اسلامی تہذیب کا یہ آخری قلعہ بھی مسمار کر دیا۔ بتایئے اب اسلام اور اسلامی تہذیب کہاں رہے گی؟ آئندہ آنے والی نسلیں کہاں سے اسلامی آداب سیکھیں گی؟ کن کی گودوں میں اب مسلم بچے پرورش پائیں گے؟ کیا اب بھی ہمیں امید ہے کہ آئندہ آنے والی نسلیں مسلم ہوں گی؟ اگر یہی صورت حال رہی تو کیا ہم میدانِ محشر میں سرخرو ہو سکیں گے؟ آخر ہم نے سوچا کیا ہے؟

افسوس جن لوگوں سے چمن اسلام کی آبیاری کی امید تھی وہی اس چمن کو اجاڑ رہے ہیں۔ اگر ہم نے ان حالات کو بدلنے کی کوشش نہیں کی اور اسلامی قدریں اسی طرح پامال ہوتی رہیں تو بربادی لازمی ہے۔ اٹھیئے اور فوری طور پر اپنی خواتین کی اصلاح کیجیے اور انہیں اسلامی حدود کا پابند بنا دیجئے۔

ہمارے گھر

کیا ہم نے کبھی دیکھا کہ ہمارے گھر کیا نقشہ پیش کرتے ہیں؟ جن چیزوں کو ہم اپنے گھر کی زینت بنائے ہوئے ہیں کیا وہ ایک مسلم کی شایانِ شان ہیں؟ دیواروں پر آویزاں یہ تصاویر، الماریوں میں سجے ہوئے یہ مجسمے، عریاں تصاویر سے مزیّن کیلنڈر کیا اسلام کی خلاف ورزی نہیں؟

کیا ہم نے کبھی غور کیا کہ جن رسائل کی ہمارے گھر میں بھر مار ہے ان کی مخرب اخلاق تصاویر اور افسانے ہمارے خاندان کی دینی فضا کو کس قدر مکدّر کر رہے ہیں؟ ایسی صورت میں کیا خیر کے فرشتے ہمارے گھر میں داخل ہوں گے؟ ہماری بدنصیبی اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ ہم خود خیر کو اپنے ہاں آنے سے مانع ہیں۔

ہم نے اپنے گھر کی غیر اسلامی حالت پر کبھی غور کیا؟ کہیں ریڈیو سے فلمی گانے سنے جا رہے ہیں۔ کہیں ٹیلیوژن پر وقتِ عزیز صرف ہو رہا ہے اور آنکھوں کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔ جن خاندانوں نے کبھی سینما کی شکل نہیں دیکھی تھی اور جنہیں اپنی پرہیزگارانہ زندگی پر فخر ہو سکتا تھا آج وہی خاندان ہیں جو گھر بیٹھے سینما دیکھ رہے ہیں۔ بڑے اور چھوٹے، مرد عورت، لڑکے اور لڑکیاں سب ایک ہی دُھن میں نظر آتے ہیں۔ سب ایک ساتھ بیٹھے ہوئے اس گھریلو سینما سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ مرد غیر محرم عورتوں کی تصاویر دیکھ رہے ہیں اور عورتیں غیر محرم مردوں کی تصاویر دیکھ رہی ہیں۔ یہ سب کچھ ہو رہا ہے لیکن ہمیں احساس تک نہیں ہوتا کہ جس چیز سے ہم کل تک بیزار تھے آج وہی چیز ہمارے

گھر کے اندر داخل ہو کر ہماری محفلوں کی رونق بنی ہوئی ہے۔ شیطان کے حربے بڑے زبردست ہوتے ہیں۔ اُس نے ذہن کو اتنا بے حس کر دیا کہ ہمیں شعور ہی نہیں ہوتا کہ یہ سینما نہیں تو اور کیا ہے۔ کسی کے دل میں یہ خوشنما وسوسہ ڈال دیا کہ تعلیمی فلمیں تعلیم کے لئے بہت ضروری ہیں، گویا ان کے بغیر تعلیم غیر مکمل رہ جائے گی۔ تعلیمی فلموں نے دوسری فلموں کے لئے راستہ ہموار کر دیا۔ غرض یہ کہ شیطان نے برائی کی طرف لے جانے کے لئے خوشنما بہانے ہمارے ذہن میں ڈال دیئے اور ہم اس کے فریب میں آ گئے۔

اے اسلام کا دعویٰ کرنے والو، کیا مدعیان اسلام کے گھر ایسے ہی ہونے چاہئیں۔ کیا ہم ایسے ہی ماحول میں آئندہ نسل کو مسلم بنائیں گے؟ کیا دین اسی طرح پھیلے گا؟ اگر ہمارے گھروں کی یہی حالت رہی تو کیا ہمارے گھروں میں اسلام باقی رہے گا؟

اے اسلام کا نام لینے والو، ہوش میں آیئے۔ اپنے گھر کو ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست بنائیے۔ پھر اس عملی دعوت کو آگے بڑھایئے۔ اس طرح محلّہ، پھر شہر اور پھر پورا ملک اسلامی ریاست بن جائے گا۔

اب بھی سنبھل جایئے۔ اپنے گھروں کی اصلاح کیجئے۔ اپنے گھر کو اسلامی رنگ میں رنگ کر یہ ثابت کر دیجئے کہ آپ اس ملک میں اسلامی نظام نافذ کرنا چاہتے ہیں اور نافذ کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو پھر کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی نظام کا مطالبہ محض فریب ہے۔ آپ انسانوں کو دھوکا دے سکتے ہیں لیکن مالک الملک کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ بتایئے آپ میدانِ محشر میں اللہ تعالےٰ کو کیا جواب دیں گے؟

سلسلۂ اشاعت ۲۲

ہمارے اخبار

کیا ہم نے کبھی سوچا کہ ہمارے ملک کے اخبار کس نہج پر چل رہے ہیں؟ ان میں کس قسم کے مضامین اور کیسی خبریں شائع ہو رہی ہیں؟ کیا یہ اخبار اسلام کی صحیح ترجمانی کر رہے ہیں؟ کیا یہ اخبار اسلامی اقدار کی حفاظت کر رہے ہیں یا اسلامی اقدار کی رہی سہی پونجی بھی برباد کر رہے ہیں! کیا یہ تصویریں جو ان میں شائع ہو رہی ہیں ایک مسلم گھر میں ہونی چاہئیں؟ کیا تصویروں کے یہ انبار ہمارے گھروں کو تصویر خانہ نہیں بنا گئے؟

کیا ہمارے یہ اخبار قوم کے کردار کو بلند کرنے اور معاشرہ کی اصلاح کرنے کے بجائے دولت کمانے کی خاطر مبالغہ آمیز خبریں، عریاں تصاویر، فحش مضامین شائع کر کے دینی اور اخلاقی پستی کی طرف نہیں لے جا رہے؟ کیا فلمی اشتہارات سے ان کے صفحات پُر نظر نہیں آتے؟ کیا ان اخباروں سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ فلم انڈسٹری کے ترجمان ہیں؟

بتائیے کیا کسی شریف آدمی کے گھر میں عریاں اور حیا سوز تصویریں آنی چاہئیں؟ کیا ان تصویروں کو دیکھ کر کسی شریف آدمی کی گردن شرم سے جھک نہیں جانی چاہئیں؟ کیا یہ تصویریں لڑکے اور لڑکیوں کے لئے بگاڑ کا باعث نہیں ہیں؟ آخر ہماری غیرتِ اسلامی کو کیا ہو گیا؟ آخر ہم اس کا کوئی حل کیوں نہیں سوچتے؟ کیا جھوٹی سچی خبروں کا معلوم کرنا اتنا ضروری ہے کہ اگر دین بگڑتا ہے تو بگڑے؟ کیا یہی فکر آخرت ہے؟

اے علمبرداران اسلام آخر کیا سوچا ہے؟ ہم کس طرح اللہ تعالےٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ کیا شرم و ندامت سے ہماری گردنیں جھک نہیں جائیں گی لیکن اُس وقت سوائے حسرت کے اور کیا ہوگا۔ ہمیں اُس وقت کے بجائے اس وقت شرم سے کام لینا چاہیئے۔ حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے۔ ہمیں اس شاخ کو تر و تازہ رکھنا چاہیئے۔ ہمیں حقیقتاً مسلم بننا چاہیئے۔ محشر کی ندامت سے بچنے کے لئے ہمیں اس وقت اپنے فعل پر نادم ہونا چاہیئے۔ اب بھی وقت ہے۔ ہمیں سنبھل جانا چاہیئے۔ اس خرابی کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

سلسلۂ اشاعت ۲۵

ہماری کمائی

کیا ہم نے کبھی سوچا کہ ہمارا ذریعہ آمدنی حلال ہے یا حرام؟ کیا ہمیں کبھی خیال آیا کہ میدان محشر میں ہمیں اللہ تعالےٰ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی آمدنی کے متعلق جوابدہی کرنی ہوگی؟ کیا ہمیں احساس ہے کہ ہم اُس وقت کیا جواب دیں گے؟

دیکھیے کہاں کہاں ہماری آمدنی میں حرام کی آمیزش ہے۔ آخر حرام ذرائع آمدنی استعمال کرنے کی ہمیں کیوں ضرورت پیش آئی؟ کیا اس لئے تو نہیں کہ ہم کم آمدنی پر قناعت نہیں کر سکتے؟ دولت کی ہوس اور عیش و نشاط کی خواہش تو کہیں ہمیں ناجائز ذرائع استعمال کرنے پر نہیں ابھارتی؟ دولتمند بننے کا جذبہ تو ہم کو رشوت لینے اور دینے پر نہیں اکساتا؟ کیا بینک سے سود کا پیسہ حاصل

کرنا اس لئے تو نہیں کہ ہمارے ایک مکان کی جگہ دو مکان ہو جائیں؟ کیا ایسا تو نہیں کہ ایک کارخانے کے بجائے دو کارخانوں کی ہوس ہمیں شرعی حدود میں نہیں رہنے دیتی؟

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہم کاروبار میں جھوٹ، فریب، ملاوٹ و جعل سازی سب کچھ جائز سمجھتے ہیں؟ کیا یہ صحیح نہیں کہ ہم پورا حق محنت لے کر فرائض کی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی سے کام لیتے ہیں؟ کیا ہم روپیہ کے عوض روپیہ کا کمی بیشی کے ساتھ لین دین نہیں کرتے؟ کیا کمپنیوں کے حصص کی خرید و فروخت اس کی واضح مثال نہیں ہے؟ کیا رفاہ عامہ کے لئے ایک روپیہ یا دو روپیہ دے کر ہم اس پر اعلان شدہ انعام حاصل کرنے کے متمنی نہیں ہوتے؟ کیا یہ جُوا نہیں ہے؟

کیا ہم نے کبھی سوچا کہ ہم ملازمت کی صورت میں ان اداروں کی تو اعانت نہیں کر رہے جو ناجائز کاروبار میں مصروف ہیں؟ کیا ہم ہم جنس اشیاء کے تبادلہ کی صورت میں دست بدست اور ہم وزنی کے شرعی اصولوں پر عمل پیرا ہیں؟

اب بھی وقت ہے۔ ہمیں ہوش میں آجانا چاہیئے۔ آخرت کی فکر کرنا چاہیئے۔ اسلام اور ایمان کے زبانی دعوے اللہ تعالٰی کے کام نہیں آئیں گے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کی کتنی عمر باقی ہے۔ یہ ناجائز دولت جو ہم کما رہے ہیں کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس سے متمتع ہونے سے قبل ہمارا سفرِ آخرت شروع ہو جائے۔ ایسی صورت میں ہمارا حشر کیا ہو گا؟ عارضی عیش کی خاطر سخت اور طویل المیعاد عذاب مول لینا دانشمندی نہیں ہے؟ کیا مسلم ہونے کی یہی نشانی ہے؟ ہرگز نہیں، تو اب ہمیں مسلم بن جانا چاہیئے۔

ہمارا روپیہ کہاں خرچ ہو رہا ہے

کبھی ہم نے غور کیا کہ ہمارا روپیہ کہاں خرچ ہو رہا ہے؟ ہم جو کچھ خرچ کر رہے ہیں اس سے کس قسم کے فوائد حاصل ہو رہے ہیں؟ عارضی یا دائمی؟ اہم یا غیر اہم؟ کیا ہم اس بات کو بھول گئے ہیں کہ میدان محشر میں ہم سے سوال ہوگا کہ مال کہاں خرچ کیا تھا؟ اس وقت ہم کیا جواب دیں گے؟

ہمیں اپنے اخراجات پر نظر ڈالنی چاہیئے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ لغویات پر ہمارا روپیہ صرف ہو رہا ہو۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ مالی مشکلات اور وسائل کی کمی کی وجہ سے حق کی تبلیغ میں رکاوٹ پیدا ہو رہی ہو اور ہم فضولیات میں روپیہ خرچ کر رہے ہوں۔ ہوٹلوں، کلبوں اور سگریٹ نوشی میں ہمارا روپیہ ضائع ہو رہا ہو۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہمارے ارد گرد مفلس اور نادار افراد زندہ رہنے کے لئے ہاتھ پیر مار رہے ہوں اور ہم اپنا مال فیشن پرستی، سینما بینی میں خرچ کر رہے ہوں۔ اگر واقعی یہ بات ہے تو ہمارا یہ طرزِ عمل اللہ تعالےٰ کے نزدیک ہم کو بدترین مجرم ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

زکوٰۃ اور صدقات

زکوٰۃ اور صدقات کی صورت میں جو روپیہ ہم نکال رہے ہیں کبھی ہم نے اس کے مصرف پر بھی توجہ دی؟ کیا یہ روپیہ مستحق ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم اپنی زکوٰۃ اور اپنے صدقات کو چھوٹی چھوٹی رقموں کی صورت میں غیر منظم طریقہ پر تقسیم کر کے ناداروں کو ہمیشہ کے لئے نادار رہنے پر مجبور کر رہے ہوں۔ کسی ایک کو بھی

اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے قابل نہ بنا کر ان کو ہمیشہ کے لئے معاشرہ پر بوجھ بنا رہے ہوں؟ کبھی ہم نے سوچا کہ ہمارا رویہ غیر شعوری طور پر ایسے اداروں اور مدارس کی اعانت کا سبب تو نہیں بن رہا جہاں قرآن مجید اور حدیث شریف کے خلاف مبلغ تیار کئے جاتے ہوں۔ جہاں حدیث اور فنِ حدیث کی اہمیت گھٹاتے اور اپنے فرقہ وارانہ مذہب کو فروغ دینے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا جاتا ہو جس کا نتیجہ انکار حدیث کی صورت میں رُونما ہوتا ہو۔ ان مدارس کی حقیقت کا ہمیں صحیح علم نہیں، ظاہری نمائش سے ہم دھوکا کھا جاتے ہیں۔ یہ کتنی بڑی بدنصیبی کی بات ہے کہ خود ہمارے وسائل ہمارے دین کی بیخ کنی کے لئے استعمال ہو رہے ہیں اور ہمیں احساس تک نہیں۔ اگر ہماری غفلت سے اس سرزمین پر اسلام کا پرچم سرنگوں ہو گیا (اللہ کرے کہ ایسا نہ ہو) تو پھر صحیح اسلام ڈھونڈنے سے بھی ملنا دشوار ہو گا۔ کیا ایسی صورت میں آئندہ آنے والی نسلوں کی گمراہی کا سبب ہم نہیں ہوں گے۔ میدان محشر میں اس کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ صحیح قسم کے دینی مدارس اور اسکول ناپید ہیں۔ کیا ان کے قیام کے لئے ہمیں کچھ کرنا چاہیئے یا نہیں۔ اگر کرنا چاہیئے تو پھر ہمیں بیدار ہو جانا چاہیئے۔ اور اپنے وسائل کو بروئے کار لا کر طلباء کو صحیح تعلیم پانے کا موقع دینے کے لئے سرتوڑ کوشش کرنی چاہیئے۔

چلن ہمارے ہیں سب وحشیانہ

شائستگی اور آداب کی پاسداری ایک مسلم کے کردار کا لازمی جز رہوتی ہے۔ ماضی میں مسلمین کی اسی خصوصیت نے غیروں کو اسلام کا گرویدہ بنایا تھا۔ کیا آج بھی یہ خصوصیات ہم میں موجود ہیں؟ ہم قرآن مجید اور حدیث پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں تو کیا ہم وہ سب آداب بجالاتے ہیں جن کا حکم ہمیں قرآن مجید اور حدیث میں دیا گیا ہے۔

آج ہمارے چھوٹے بڑوں کا ادب نہیں کرتے بلکہ اُسے اپنے لئے کسرِ شان سمجھتے ہیں۔ بڑے چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتے۔ علماء اور اساتذہ سے احترام کے ساتھ پیش آنا ان کا دینی و اخلاقی حق ہے لیکن جس طرح ہم ان کے اس حق کو پامال کر رہے ہیں وہ کوئی چھپی ہوئی چیز نہیں ہے۔ ہماری جسارت تو اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ سلف صالحین بھی ہماری زبان درازیوں سے محفوظ نہیں ہیں۔ دینی بحث و مباحثہ میں افہام و تفہیم کے بجائے اشتعال انگیزی اور مناظرانہ طرز ہمارا معمول بن چکا ہے۔ دوسرے کے علم کی تحقیر میں ہمیں لطف آتا ہے۔ ہمارے تبلیغی کارنامے دل آزاری کا بدترین نمونہ ہیں۔ صرف قرآن مجید اور حدیث کو ماخذِ دین مانتے ہوئے کتنی ہی بدعات ہیں جن کو ہم نے فتووں کے ذریعہ جائز قرار دے لیا ہے۔ کیا یہ چیز انتہائی تکلیف دہ نہیں۔

ہماری سب سے بڑی بدنصیبی یہ ہے کہ ہم شعائر اللہ کا ادب و احترام ملحوظ نہیں رکھتے۔

قرآن مجید اور کتب احادیث کا احترام کرنے کے سلسلہ میں ہم بہت بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ بعض اوقات ہمارا رویہ بے ادبی تک جا پہنچتا ہے اور ہمیں اس بے ادبی کا احساس تک نہیں ہوتا۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد گرامی ہے لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰہِ (المآئدۃ ۔ ۲) اللہ کے شعائر کی بے حرمتی نہ کرو لیکن اس حکم کے باوجود بے ادبی ہمارا شعار بن گیا ہے ۔ قرآن مجید جو تمام شعائر اللہ میں سب سے زیادہ محترم و مکرم ہے، اس کا بھی ہم خاطر خواہ احترام نہیں کرتے ۔ مسجدوں کا ادب واحترام تو بالکل عنقا ہوگیا ہے ۔

سنتوں کا استخفاف ہمارا مزاج بنتا چلا جا رہا ہے ۔ کسی مہمان کے استقبال و ملاقات کے لئے کھڑا ہونا ہمارے ہاں اسلامی اخلاق میں شمار نہیں ہوتا ۔ خلق محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تو ہم کافی دور ہو چکے ہیں ، یہی وجہ ہے کہ ہماری تبلیغی جدوجہد نتیجہ خیز نہیں ہوتی حتیٰ کہ تبلیغ کے بے اثر ہونے کو محسوس کرکے ہم تبلیغ ہی چھوڑ بیٹھے ہیں ۔

اے اسلام کے علمبردارو ، اٹھیئے پھر تبلیغ میں سرگرم ہو جائیے ۔ دوسرے کس خوش اخلاقی اور جوش کے ساتھ تبلیغ میں سرگرم ہیں حالانکہ ان کے پاس حق نہیں ، انہی سے عبرت حاصل کیجئے ۔ اگر ہماری بے حسی کا یہی عالم رہا تو تاریخ کے صفحات پر تو ہمارا نام رہ جائیگا لیکن صفحہ ہستی پر کہیں نام ونشان نظر نہیں آئے گا پھر محشر میں سوائے حسرت اور ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا ۔

سلسلہ اشاعت نمبر ۱۹

مالی قربانی

اسلام میں مال کی قربانی کو زبردست اہمیت حاصل ہے۔ قرآن کریم میں نماز کے بعد زکوٰۃ ہی کا حکم ہے۔ لیکن جس طرح اسلام کے دوسرے احکام پر عمل کرنے کے معاملہ میں ہم تساہل کرتے ہیں اسی طرح انفاق فی سبیل اللہ کے معاملہ میں بھی تساہل سے کام لیتے ہیں بلکہ بخل کرتے ہیں لیکن دنیا کے ہر کام کے لئے خرچ کرنے میں بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ غور فرمائیے وہ کونسا دنیوی کام یا دنیوی رسم ہے جس کے لئے ہم دل کھول کر خرچ نہ کرتے ہوں۔ اس معاملہ میں امیر و غریب کی کوئی تخصیص نہیں۔ سینما بینی اور دیگر تفریحات میں غریب بھی امیروں کے برابر کے شریک ہیں۔

دین کے لئے خرچ کرنے کے سلسلہ میں امیر اور غریب دونوں کا طرز عمل یکساں ہے۔ امراء دولت کے نشہ میں دین سے غافل ہیں لہذا وہ ادھر توجہ ہی نہیں کرتے اور غریب اپنی غربت کی آڑ میں پناہ لیتے ہیں اور خود کو معذور سمجھتے ہیں۔ غریبوں کی نظر میں اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرنا صرف دولتمندوں کا کام ہے لیکن تقریبات و تفریحات وغیرہ میں حصہ لیتے ہوئے انہیں کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ یہ بھی صرف دولتمندوں کا حق ہے۔ سب سے زیادہ افسوس کا مقام یہ ہے کہ جو دولتمند کچھ دین سے تعلق بھی رکھتے ہیں وہ اپنا روپیہ نفلی عبادات میں خرچ کرتے ہیں اور ضروری اخراجات کو نظر انداز کر دیتے ہیں مثلاً یہ لوگ نفلی حج اور چار چار، پانچ پانچ قربانیاں کرنے میں اپنا مال صرف کرتے

ہیں حالانکہ ان کے رشتہ دار اور پڑوسیوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ ضروریات زندگی سے محروم ہوتے ہیں۔ کوئی مقروض ہے، کسی کی لڑکی پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے شادی سے محروم ہے، کسی کے پاس علاج کے لئے پیسہ نہیں لیکن بایں ہمہ وہ غیر ضروری کاموں میں روپیہ صرف کرنا باعث فخر سمجھتے ہیں۔ حقوق و فرائض کو نظرانداز کر کے نفلی کاموں میں روپیہ صرف کرنا کہاں تک درست ہے۔ آخر یہ الٹی گنگا کیوں بہ رہی ہے۔ کیا اسلامی مواسات اور ہمدردی کا یہی تقاضا ہے۔

آج دین پر ہر سمت سے حملے ہو رہے ہیں اور اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ان حملوں کو روکا جائے۔ ان کا منہ توڑ جواب دیا جائے لیکن ہم اس سے غافل ہیں۔ دین کا دفاع ہم پر فرض ہے لیکن یا تو ہم انفاق فی سبیل اللہ کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے اور اگر ہوتے ہیں تو دفاعِ دین کے فریضہ کو چھوڑ کر نفل کاموں میں روپیہ صرف کرتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اے اسلام کا نام لینے والو، اٹھیئے اور اپنا فرض پہچانیئے۔ دین کی خدمت اور محتاجوں پر اپنا مال خرچ کیجئے۔ بغیر سود کے قرضے دیجئے اور غریبوں کو سود سے بچایئے۔ اسلام کی صحیح ترجمانی کرنے والے اخبار و رسائل نکالیئے۔ اسلام کی دفاع کے لئے کتابیں شائع کیجئے اور انہیں مفت تقسیم کرنے کا انتظام کیجئے۔ ایسے مدارس قائم کیجئے جن میں دینی اور دنیوی تعلیم کا حسین امتزاج ہو، جن میں بچوں کے ذہنوں کو اسلام کے سانچہ میں ڈھالنے کا اہتمام ہو تاکہ نئی نسل الحاد سے دور رہ سکے۔ دیکھئے اب بھی وقت ہے کچھ کیجئے ورنہ قیامت کے دن حسرت و ندامت کے سوا کیا حاصل ہوگا۔

ہماری شادیاں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ : لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

عورت سے چار باتوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے : اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسب کی وجہ سے، اس کے جمال کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے (تو، اے مسلم) تو دیندار عورت سے نکاح کر، تیرے ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔

کیا ہم نے اس حکم کی طرف کبھی توجہ دی؟ کیا ہم نے اس حکم پر عمل کرنے کے لئے کبھی سوچا؟ کیا اس حکم کی خلاف ورزی کرنے پر ہم کبھی اللہ تعالیٰ سے ڈرے؟ کیا ہم نے کبھی سوچا کہ ہمارے لڑکے کے لئے کیسی بیوی ہونی چاہیئے یا ہماری لڑکی کے لئے کیسے شوہر کی ضرورت ہے؟ کیا شادی کے بعد ہم نے ایک کی وجہ سے دوسرے کو بگڑتے نہیں دیکھا؟ ضرور دیکھا ہوگا لیکن کیا کبھی ہمیں افسوس ہوا کہ اس رشتہ کی وجہ سے ہمارا لڑکا بے دین ہوگیا یا لڑکی بے دین ہوگئی؟

ہماری نگاہ میں برادری کی وقعت ہے، ہماری نگاہ میں جمال کو اہمیت ہے، ہماری نگاہ میں مال کو ترجیح ہے لیکن ہماری نظر میں اگر کوئی چیز بے وقعت ہے تو وہ دین ہے۔ کیا یہی شیوۂ ایمانی ہے؟ کیا یہی اسلام کا تقاضا ہے؟ کیا یہی فکرِ آخرت ہے؟ آخر ہم اپنی اولاد سے کیوں غافل ہیں؟ کیا ہماری ذاتی نیکیاں

ہماری نجات کے لئے کافی ہیں؟ کیا ہم سے ہماری اولاد کے متعلق باز پرس نہیں ہوگی؟ کیا متقی اور پرہیز گار لڑکیوں کا دین اور تقوی والدین کی غفلت سے برباد نہیں ہوتا؟ کیا لڑکی شادی کے بعد شوہر کے رنگ میں نہیں رنگ جاتی؟ شوہر کے گھر میں اگر مشرکانہ رسمیں اور بدعات پر عمل ہوتا ہے تو کیا لڑکیاں وہاں پہنچکر شروع میں مجبوراً اور بعد میں برضاء و رغبت انہی رسموں اور بدعتوں کو اختیار نہیں کرتیں؟ کیا لڑکیاں شوہر کو خوش کرنے کے لئے برقع نہیں اُتار پھینکتیں؟

شوہر کی اطاعت اور ترکِ سنّت

بہت سی لڑکیاں شوہر کے کہنے سے سنّتوں کو چھوڑ دیتی ہیں اور علماء یہ فتویٰ دے کر ان کی تسلّی کر دیتے ہیں کہ شوہر کی اطاعت فرض ہے لہذا فرض کے مقابلہ میں سنّت ترک کی جاسکتی ہے۔ اِنا للہ وانآ الیہ راجعون۔ افسوس ان علماء پر اور صد افسوس ان والدین اور عورتوں پر جو اس فتوے کی قدر کرتی ہیں۔ سنّت کا تعلق دین سے ہے۔ شوہر کی اطاعت دنیوی کاموں میں ہے۔ شوہر کی اطاعت محدود و مشروط ہے۔ دین میں اس کا دخل نہیں۔ دین میں اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانی جائے گی۔ ترکِ سنّت بموجب حدیث لعنت الٰہی کا موجب ہے۔ ترک سنت گناہ ہے اور گناہ کے کام میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اِنَّمَا الطَّاعَۃُ فِی الْمَعْرُوْفِ اطاعت تو نیک کاموں میں ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الاحکام وصحیح مسلم کتاب الامارۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ ۔ اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت جائز نہیں ۔ (صحیح مسلم کتاب الامارۃ)

حضرت علیؓ نے امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کے ایک حکم کے متعلق جوان سے غلطی سے صادر ہو گیا تھا فرمایا :-

مَا كُنْتُ لِأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ أَحَدٍ میں سنّت کو کسی کے بھی کہنے سے نہیں چھوڑ سکتا ۔ (صحیح بخاری کتاب المناسک)

امیر کی اطاعت فرض ہے لیکن حضرت علیؓ نے سنّت کو ترک نہیں کیا ، امیر کی اطاعت کو خیر باد کہدیا ۔ کیوں ؟ اس لیے کہ دین کے معاملہ میں صرف اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات سند ہے ۔ اگر کوئی شخص دینی معاملات میں کسی دوسرے کی بات کو سند سمجھتا ہے تو وہ شرک فی التشریع کا مرتکب ہے ۔

{ نوٹ :- بعد میں حضرت عثمانؓ نے اپنے حکم سے رجوع کر لیا تھا اور اپنی غلطی تسلیم کر لی تھی (رواہ النسائی ملخصاً) }

بعض برادریوں میں یہ دستور طے شدہ ہے کہ جو مذہب لڑکے کا ہو گا وہی لڑکی بھی اختیار کر لے گی اور ایسا ہوتا ہے ۔ یہ سمجھوتہ نہیں، دین فروشی ہے ۔ یہ روا داری نہیں ایمان فروشی ہے ۔ لڑکا شرک کا مرتکب اور لڑکی موحد یا اس کے برعکس ، کیا ایسا نکاح از روئے قرآن مجید جائز ہے ؟

لڑکی مسلمہ ، لڑکی فرقہ پرست یا اس کے برعکس ، کیا ایسا نکاح جائز ہے ؟ کیا ایسا نکاح ہماری غیرت دینی اور جمعیت ملی کے لئے کھلا چیلنج نہیں ہے ؟

کیا ایسی صورت میں شرک فی التشریع کی کوئی اہمیت باقی رہ جاتی ہے ؟ کیا اس فعل سے فرقہ پرستی کی ہمت افزائی نہیں ہوتی ؟ کیا فرقہ بندی کے شرک کو فروغ حاصل نہیں ہوتا ؟

اللہ کے لئے ہوش میں آیئے ۔ اپنی اولاد کے دین کو بچایئے ۔ ان کو آخرت میں سرخرو کرنے کی کوشش کیجیے ۔ پہلے لڑکے یا لڑکی کا عقیدہ اور عمل دیکھیئے پھر اس سے اپنی لڑکی یا لڑکے کی شادی کیجیے تاکہ عند اللہ بھی نکاح ہو اور آپ میدانِ محشر میں سرخرو ہوں ۔

سلسلۂ اشاعت ۲۷

ہماری نماز

کیا ہم نے کبھی غور کیا کہ ہماری نماز ویسی ہی ہے جیسی نماز کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے ۔ کیا ہم نے کبھی سوچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز ادا کرتے تھے ۔ کس طرح آپؐ کا رفع یدین تھا ؟ کس طرح رکوع تھا ؟ کس طرح سجدہ تھا اور کس طرح قعدہ ؟ کیا ہماری نماز میں وہی سکون ہے جس کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں دیا تھا :-

اُسْكُنُوْا فِی الصَّلٰوۃِ (صحیح مسلم) نماز میں ساکن رہو ۔

کیا ہماری نظریں نیچے رہتی ہیں ؟ کیا ہمیں اس وعید کا خیال رہتا ہے جو مندرجہ ذیل حدیث میں ہے :-

لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ اَوْلَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ (صحیح بخاری) نمازی نظر بلند کرنے سے باز آ جائیں ورنہ ان کی آنکھیں اچک لی جائینگی۔

آہ! لوگوں نے نماز کو ضائع کر دیا۔ ارکانِ نماز کے حصّے کر ڈالے۔ کچھ فرائض بنا دئے، کچھ کو واجبات کی فہرست میں ڈال دیا، کچھ کو سنن کے خانے میں رکھدیا اور کچھ کو مستحبات کے۔ عہدِ رسالت اور دورِ صحابہ میں اس تقسیم کا نام و نشان نہیں تھا۔ نماز فرض ہے اور اس کا طریقہ بھی فرض ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نماز تو فرض ہو اور اس کا طریقہ فرض نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ (البقرۃ - ۲۳۹) نماز اس طریقہ سے پڑھو جس طریقہ سے تمہیں اللہ نے سکھائی ہے۔

اللہ تعالےٰ کا حکم فرض ہوتا ہے لہذا اُس کا سکھایا ہوا طریقہ نماز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے ہمیں ملا ہے فرض ہوا۔ مزید برآں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے :-

صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِىْ اُصَلِّىْ (صحیح بخاری) نماز اس طریقہ سے پڑھو جس طریقہ سے تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی فرض ہے، لہذا نماز کا مسنون طریقہ فرض ہوا یعنی نماز اسی طریقہ سے پڑھنی چاہیئے جس طریقہ سے پڑھنا سنّت ہے اور یہ طریقہ لازمی ہے۔ اس میں فرض، واجب، سنّت اور مستحب کی تقسیم فرضی ہے۔ پورا طریقہ فرض ہے لہذا نہ رفع یدین چھوڑنا جائز ہے، نہ تسبیحاتِ رکوع و سجود اور نہ قومہ و قعود۔

افسوس ہے کہ سنّت کا نام جپنے والوں نے ترکِ سنّت جائز کہہ کر

سنت کی اہمیت گھٹا دی۔ سنتیں آہستہ آہستہ مٹتی جا رہی ہیں اور کسی کی جبیں پر شکن تک نہیں آتی۔ نماز کی سنتوں پہ ذرا غور کیجیے۔ کیا سے کیا ہو گیا۔ سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ کی ذراع پر رکھنے کا حکم تھا (صحیح بخاری) لیکن ہو یہ رہا ہے کہ سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ کی کہنی یا بازو یا پشت کف پر رکھا جاتا ہے۔ حکم تھا [illegible] تُحسِنُ صَلاَتَکَ (صحیح مسلم) تم اپنی نماز کو حسین کیوں نہیں بناتے لیکن ہو یہ رہا ہے کہ نماز بد تہذیبی اور بد نمائی کا مرقع بن گئی ہے۔ ہاتھ اس طرح اٹھائے جاتے ہیں گویا مکھیاں اڑائی جا رہی ہیں۔ ہاتھ باندھ کر کندھوں کو کانوں سے ملا لیا جاتا ہے اور حسن کے بجائے انتہائی بد ہیئتی کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ پیروں کے درمیان اس قدر فاصلہ رکھا جاتا ہے کہ نماز کا حسن برباد ہو جاتا ہے۔

علماء کے یہ الفاظ: "اس طرح کر لو تو بہتر ہے اور نہ کرو تو کوئی حرج نہیں" کیا صحابۂ کرام کی زبان سے بھی ادا ہوئے تھے؟ کیا از روئے قرآن مجید اتباعِ رسول فرض نہیں؟ کیا اتباعِ رسول پر فوز و فلاح موقوف نہیں؟ اگر ہے تو پھر یہ کیسا اتباعِ رسول ہے کہ ہر سنت کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا جائے کہ اس کے چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں۔ آخر یہ عقیدہ کونسی آیت یا حدیث سے ماخوذ ہے؟

غور کیجیے، اب بھی وقت ہے، اپنی اصلاح کیجیے۔ سنت کو دستور العمل بنائیے۔ اسی میں نجات ہے۔

حساب و کتاب کا وقت قریب ہے۔ موت آنے والی ہے اور اس سے زیادہ یقینی چیز کوئی نہیں لیکن اس کا وقت معلوم نہیں کب آ جائے۔ موت کے اچانک آ جانے سے پہلے ہوشیار ہو جائیے۔ آخر آپ نے کیا سوچا

ہے؟ اپنے زمانہ میں اور آئندہ نسلوں میں سنت کو باقی رکھنے کے لئے آپ کیا کر رہے ہیں؟ اگر اب تک کچھ نہیں کیا ہے تو اللہ کے لئے اب کیجئے۔

سلسلۂ اشاعت نمبر ۱۰

اکل حلال اور ہماری غفلت

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اس ضابطہ میں تمام انسانوں کی فلاح و بہبود کے وہ زرین اصول ہیں کہ اگر انسان اس پر عمل کریں تو یہ دنیا جنت کا نمونہ پیش کر سکتی ہے۔ امن و امان، صلح و آشتی، ہمدردی و ایثار، نظم و ضبط، محبت و مواسات کی روح افزا ہوائیں معاشرہ کو وہ رونق بخشیں کہ دنیا حیرت زدہ ہو جائے۔ اسلام کے اولین ادوار میں ان زرین اصولوں پر عمل کیا گیا تو معاشرہ کا یہ عالم ہو گیا کہ ایک عورت تن تنہا حیرہ سے حج کرنے کے لئے مکہ معظمہ روانہ ہوتی تھی اور اسے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا خوف نہیں ہوتا تھا (صحیح بخاری) یعنی وہ ڈاکو جنہوں نے شہروں میں تباہی مچا رکھی تھی، رہزنی، قتل و غارت گری جن کی عادت ثانیہ بن چکی تھی یکسر معدوم ہو گئے۔ نہ مال کے لوٹنے والے باقی رہے اور نہ عصمت پر ڈاکہ ڈالنے والے۔ غنٰی کا یہ عالم ہو گیا کہ مالدار کو اپنے مال کے رکھنے یا خرچ کرنے کے لئے جگہ نہیں ملتی تھی سوائے مٹی کے (صحیح بخاری کتاب الرقاق) یہ سب کچھ اسلامی ضابطہ کی برکات تھیں۔ افسوس ہم نے اس ضابطہ کو چھوڑا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں چھوڑ دیا۔ کبھی ہماری شوکت و حشمت کے نقارے بجتے تھے، فتح ہمارے قدم چومتی

تھی، عزت وتمکنت ہمارے لئے مقدر تھی لیکن وائے افسوس اب ذلت کے سوا کیا رہ گیا ہے۔ کبھی ہم نے سوچا کہ اس کا سبب کیا ہے۔ کیا کبھی ہم نے خیال کیا کہ ہمیں ایک دن مرنا اور پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ یہ دنیا چند روزہ ہے۔ یہ مال یہیں رہ جائے گا۔ حرام طریقہ سے کمایا ہوا مال ہمارے لئے عذاب کا سبب بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اَلَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ ○ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ○ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ○ (ویل لکل همزة - ۲ تا ۴)

جس نے مال جمع کیا اور اُسے گنتا رہا، وہ سمجھتا ہے کہ یہ مال اُسے حیات جاوداں بخشے گا، نہیں، ہرگز نہیں بلکہ (قیامت کے دن) وہ (اس مال کی وجہ سے) دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

کیا ہم نے کبھی سوچا کہ دوزخ کیا ہے۔ اس کے عذابات کیسے ہیں، وہاں کھانے کو کیا ملے گا، زقوم کیا ہے جس کا ایک قطرہ اگر دنیا میں ٹپکا دیا جائے تو دنیا والوں کی ساری معیشت تباہ ہو جائے، تو اس کا کیا حال ہوگا جو اُسے کھائے گا (رواہ الترمذی وصححہ)

افسوس دنیا کی حرص ہماری آخرت کو تباہ کر رہی ہے اور ہمیں ہوش نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ اُرْسِلَا فِیْ غَنَمٍ بِاَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهٖ (رواہ الترمذی وسندہ صحیح۔

دو بھوکے بھیڑیئے اگر بکریوں میں چھوڑ دئے جائیں تو وہ ان کو اتنا نقصان نہیں پہنچائیں گے جتنا نقصان کہ کسی آدمی کے دین کو مال وجاہ کی

التعلیقات للالبانی علی المشکوٰۃ ۳/۱۴۳۱) حرص پہنچاتی ہے۔

کیا ہماری حالت اس حدیث کی مصداق نہیں ہے؟ کیا مال کی حرص نے ہمیں آخرت سے غافل نہیں کر دیا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ ○ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ○ (الهٰکم التکاثر ۱ و ۲) (اے انسانو) مال و دولت کے زیادہ ہونے کی خواہش نے تمہیں غافل کر دیا یہانتک کہ تم قبرستان میں پہنچ گئے۔

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے ہمارے معاشرہ کا کتنا صحیح نقشہ کھینچا ہے۔ مال کی حرص ہمیں تمام عمر آخرت سے غافل کر دیتی ہے اور جب قبر میں پہنچتے ہیں تو آنکھیں کھلتی ہیں۔ مگر اس وقت پچھتانے سے کیا ہوتا ہے۔ ایسی زندگی کا نتیجہ پھر وہی نکلتا ہے جو اسی سورت میں اللہ تعالےٰ نے آگے بتایا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ○ (الهٰکم التکاثر۔ ۶) بے شک تمہیں دوزخ (کا منہ) دیکھنا ہوگا (یعنی تم ضرور دوزخ میں جاؤ گے)

دوزخ کے عذابات کا حال سن کر ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جانے چاہئیں مگر ہم ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ کاش ہم اب بھی سنبھل جائیں اور اس دنیا کی بے ثباتی اور آئے دن لوگوں کے مرنے کی خبروں سے عبرت حاصل کریں۔ حلال کھائیں، حرام سے پرہیز کریں ورنہ روزِ محشر سوائے کفِ افسوس ملنے کے اور کچھ نہیں ہو سکے گا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ (مریم۔ ۳۹) اور (اے رسول) انہیں حسرت کے دن سے ڈرائیے (یعنی اس دن سے ڈرائیے جس دن سوائے حسرت کے اور کچھ نہیں ہو سکے گا)

مرکز جماعت المسلمین گیلان آباد، کھوکھراپار ۲/۱ کراچی

فون 4407524، 4507305 فیکس 4507305